رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ط | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن


دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔
اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے
سات روپے

# الفضل

Digtized by Khilafat Library

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام مسیح موعودؑ)

## فہرست مضامین




جلد ۴ | ۴۔ نومبر ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۶۔ محرم ۱۳۳۵ ہجری | نمبر ۳۵


## مدینۃ المسیح

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں

جلسہ سرگودھا سے جناب میر محمد اسحٰق صاحب و جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور بکامیابی واپس تشریف لے آئے ہیں +

ایک صاحب کنانور (مالابار) سے تحصیل علم دین کے لئے تشریف لائے ہیں +

اس ہفتہ مندرجہ ذیل مہمان رونق افروز ہوئے :۔

مرزا محمد احسن بیگ صاحب و حکیم محمد عمر صاحب و بابو محمد حفیظ صاحب فیروزپور سے + حکیم خلیل احمد صاحب دہلی سے +

## اخبار احمدیہ

### نشان عبرت

انوار حسین صاحب بلب گڈھ کے ایک مخالف کا حال لکھتے ہیں وہ کہا کرتا تھا۔ کہ جیسی وحی مرزا صاحب کو ہوتی تھی ویسی تو مجھ کو بھی ہوتی ہے ایک دن چلتی ہوئی گاڑی سے کودا۔ اس کا پاؤں گاڑی میں آکر ٹوٹ گیا۔ اور نہایت حسرت کے ساتھ اس جہان سے گذر گیا۔ یہ نتیجہ ہے خدا پر افترا کرنے کا +

### روئداد جلسہ بیگم پور جنڈیالہ

منشی حبیب الرحمٰن صاحب ساکن حاجی پورہ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔ بیگم پور جنڈیالہ ضلع ہوشیارپور کے چودھری احمد بخش صاحب احمدی سے میاں عالم شاہ صاحب امام مسجد سے بحث کرتے ہوئے ختم نبوۃ پر ایک فیصلہ کن بحث کا

اقرار کر لیا۔ اور فریقین نے آٹھ آنہ کے سرکاری اسٹام پر یہ اقرار نامہ لکھ دیا۔ کہ ۱۵۔ اکتوبر بروز اتوار کو فریقین اپنے اپنے علماء کو برائے مباحثہ جمع کریں بحث ختم نبوت پر ہو۔ اور اس اقرار کو پورا نہ کرنے والا مغلوب سمجھا جاوے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں عرض ہوا۔ اور شیخ خیر محمد صاحب احمدی قادیان احمدی علماء کے لینے کی غرض سے گئے۔ حضرت ممدوح نے جناب مفتی محمد صادق صاحب کو قادیان سے مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کو امرتسر سے۔ اور مولوی حافظ روشن علی صاحب کو مالیر کوٹلہ سے جانے کا حکم دیا جناب مفتی صاحب نے عاجز راقم کو بھی اطلاع دیدی۔ چنانچہ ۱۴۔ اکتوبر کو ہم جالندھر میں جمع ہو کر دوپہر کو ریلوے اسٹیشن بھوگپور پہنچے۔ اور وہاں سے پاپیادہ بفاصلہ چار کوس موضع سرشت اور موضع قصبہ جو شیخ خیر محمد صاحب کا مسکن ہے پہنچ کر شب باش ہوئے۔ ۱۵۔ اکتوبر اتوار کی صبح کو بیگم پور

جنڈیالہ جو دو میل کے فاصلہ پر ہے ۔ بر مکان چودہری احمد بخش صاحب پہنچے ۔ اور معلوم ہُوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو ایک آدمی لینے کے واسطے گیا تھا ۔ مگر انہوں نے ایک سو روپیہ فیس طلب کی ۔ اور نیز ایک مقدمہ کی تاریخ پیشی کا عذر کیا اگرچہ تاریخ مباحثہ بروز اتوار تھی ۔ ممکن ہے کہ مولوی صاحب کا کوئی خاص اور ضروری مقدمہ ہو ۔ جس کا اتوار کو پیش ہونا ضروری ہو ۔ میاں عالم شاہ صاحب نے کئی مولوی جمع کر لیے تھے ۔ جنمیں سے قابل ذکر یہ ہیں :۔ مولوی سلطان علی صاحب مولوی سید محمد شاہ صاحب ۔ مولوی علی احمد صاحب ۔ مولوی دین احمد صاحب ۔ بیگم پور پہنچ کر اس خیال سے کہ تمام معاملات طے شدہ ہیں ۔ بحث محض ختم نبوت پر ہوگی ۔ صرف جائے مباحثہ اور تعین وقت باقی ہے ۔ چودہری احمد بخش صاحب کی جانب سے خط و کتابت کی گئی ۔ جسکے جواب میں میاں عالم شاہ صاحب نے لکھا کہ تھانہ دار صاحب نے فرمایا ہے کہ جب تک ہم موقعہ پر نہ پہنچیں ۔ مباحثہ شروع نہ ہو ۔ زبانی جائے مباحثہ متصل مسجد تکیہ طے ہو گیا ۔ اور ہر ایک ۔ تقریر کے واسطے ایک گھنٹہ بھی طے ہو گیا ۔ قبل از ۱۱ بجے ہیڈ کانسٹبل آیا ۔ اور فریقین کو بلا کر ہدایت کی ۔ کہ کوئی شخص مجمع میں لاٹھی ہمراہ نہ لائے ۔ فریقین پریزیڈنٹ مقرر کرلیں ۔ سوائے تقریر کرنے والوں کے بروقت تقریر کوئی نہ بولے ۔ اگر بولنا ہو تو لکھ کر پریزیڈنٹ کو دیدے ۔ چنانچہ یہ سب کچھ فریقین نے منظور کر لیا ۔ احمدیوں کی طرف سے ماسٹر قادر بخش صاحب پریزیڈنٹ تجویز ہوئے ۔ اور تقریر کرنے کے واسطے مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری مقرر ہوئے ۔ اور ہم اپنی طرف سے دو بجے وقت مباحثہ مقرر کر کے ان امورات کے طے کرنے کے واسطے ماسٹر صاحب کو فریق ثانی کی طرف بھیجا اور خود نماز سے فارغ ہو کر ایک بجے کے بعد جائے مقررہ مباحثہ میں چلے گئے ۔ کثرت سے لوگ دور دور سے آکر جمع ہو گئے تھے ۔ جنمیں احمدی ۔ غیر احمدی ۔ ہندو ۔ سکھ قریباً چار سو آدمی ہونگے ۔ ہم سب انتظار ہی میں تھے کہ ماسٹر صاحب تشریف لائے ۔ کہ بحث سے انکار کیا جاتا ہے ۔ ذیلدار ۔ ہیڈ کانسٹبل اور فریق ثانی نے بحث نہ ہونا ہی مناسب سمجھا ہے ۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ منادی کی آواز آئی ۔ کہ (بحث نہ ہوگی ۔ لوگ چلے جاویں) ماسٹر صاحب سے یہ بھی

معلوم ہُوا ۔ کہ غیر احمدیوں نے اپنا پریزیڈنٹ لالہ رام لعل صاحب کو مقرر کیا تھا ۔ غرض مباحثہ کی طرف سے مایوس ہو کر ہم نے طے کیا کہ بطور تبلیغ وعظ کر دیا جائے ۔ اور اسی وقت اعلان کر دیا گیا ۔ پہلی تقریر اُردو زبان میں جناب مفتی محمد صادق صاحب نے ایک گھنٹہ تک کی ۔ اور زمانہ کے مطابق ضرورت مسیح ظاہر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ اور دلائل کو خوب کھول کر بیان فرمایا ۔ اور ختم نبوت پر بھی کافی بیان کیا ۔ غرضیکہ سلسلہ احمدیہ کی پُورے طور پر تبلیغ فرمائی ۔ بعدہٗ جناب حافظ روشن علی صاحب نے تقریر کی ۔ آپ کی تقریر ٹھیٹ پنجابی زبان میں تھی ۔ ارکان اور ارکان اسلام پر آپ نے نہایت مفصل تقریر کی ۔ اور ساتھ ہی سلسلہ کی تبلیغ بھی کی ۔ اسکے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کی مختصر تقریر پر جلسہ برخاست ہُوا ۔ سامعین کو جو افسوس بحث نہ ہونے سے تھا ۔ وہ ان تقریروں کو سننے سے جاتا رہا ۔ سامعین نہایت شوق اور غور سے تقریروں کو سنتے رہے ۔ انکے چہرے مطمئن نظر آتے تھے ۔

راقم معہ دو تین دوستوں کے چودہری امانت خان ذیلدار کے مکان پر گئے ۔ وہی مباحثہ کو روکنا چاہتے تھے ۔ اور بد امنی کا عذر کرتے تھے ۔ اگرچہ تمام لوگ شوق سے مباحثہ سُننا چاہتے تھے ۔ انہوں نے اقرار کیا کہ میں انتظام میں پولیس کی مدد نہ کر سکا ۔ ذیلدار صاحب سے فارغ ہو کر عاجز ان مولوی صاحبان کے پاس گیا ۔ جو بحث کے لئے تشریف لائے تھے وہاں پندرہ بیس آدمیوں کا مجمع تھا ۔ ایک مولوی صاحب کرسی نشین تھے ۔ اور غالباً یہی بحث کے لئے تیار ہوئے تھے دوسرے مولوی صاحب دری کے فرش پر تھے ۔ اور دونوں میں احتیاطی طہر پر مباحثہ ہو رہا تھا ۔ کچھ عرصہ تک ہم نے اس بحث کو سُنا ۔ اس بحث پر ریمارک کرنا ہمارا کام نہیں اس بحث کا نتیجہ اگر تو تو ۔ میں میں تک نہ بھی پہنچا ہو ۔ تو فتویٰ تکفیر تک تو ضرور پہنچا ہو گا ۔ رات کو چودہری احمد بخش صاحب احمدی کے مکان پر وعظ ہُوا ۔ جہاں مستورات بھی جمع تھیں اور اسطرح یہ جلسہ بخیر و خوبی کامل فتح اور نصرت کے ساتھ ختم ہُوا ۔ اور داعیان حق کو کھُلی ہوئی نصرت مولا کریم کے دربار سے حاصل ہوئی ۔ فالحمدللہ

## تبلیغ احمدیت

مولوی عبدالصمد صاحب مٹی مزرعہ سے مطلع کرتے ہیں کہ آپ کے لیکچر کامیابی سے صداقت اسلام و احمدیت پر ہو رہے ہیں ۔

## بنگال میں تبلیغ

جناب مولانا مولوی سید عبدالواحد صاحب برہمن بڑیہ ملک بنگال سے تحریر فرماتے ہیں :۔ اس ہفتہ مختتمہ میں خداوند پاک کے فضل سے نہایت آٹھ آدمی جدید داخل سلسلہ حقہ ہوئے ۔ فالحمدللہ علےٰ ذالک حمداً کثیراً ۔ بعد ارسال فہرست مکمل صد ہفتم مبائعین کے اس وقت تک صد ہشتم مبائعین جدید کا نمبر ۱۲ تک پہنچا ہے درگاہ الٰہی میں یہ التجا و امیدواری ہے ۔ کہ اس صد ہشتم کو بھی جلد مکمل فرما دیوے ۔ آمین ۔

ان دنوں برہمن بڑیہ کے اطراف و جوانب کے بعض بعض دیہات میں تحریک کی جا رہی ہے ۔

یہاں کچہری کی مسجد میں ایک مخالف مولوی مقیم ہے ۔ اور عرب کہلاتا ہے ۔ اور عربی کی زبان دانی کا دعویٰ رکھتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ عرب نہیں ہے ۔ بلکہ ایک مدت عرب میں رہا ہے ۔ خیر جو کچھ ہو ۔ یہ لوگوں کو بہکا رہا ہے ۔ اور بہت نقصان کر رہا ہے ۔ یوں تو خاکسار کے سامنے نہیں آتا ۔ مگر غائبانہ بڑی بڑی باتیں کرتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ اس کو مخذول منکوب کرے ۔ آمین ۔

## نماز جنازہ

میاں امام الدین صاحب زرگر احمدی لاہور سے اپنی لڑکی جس کی عمر قریباً ۲۴ سال کی تھی ۔ اور بہت مخلص احمدی تھی ۔ اور اپنے ایک مومن نواد بھائی کی جس نے ابھی تین ماہ گذرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کی فوت ہونے کی خبر دیتے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں ۔

## روئداد جلسہ سرگودہا

جناب مفتی محمد صادق صاحب جلسہ سرگودہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :۔ چار تقریریں ہوئیں وفات مسیح ۔ آریہ مذہب ۔ صداقت قرآن شریف ۔ عیسائیت و اسلام ۔ تعداد سامعین کی بہت ہو جاتی رہی ۔ اور اچھا اثر ہوا بعض عیسائی بھی شامل ہوئے ۔ ہر لیکچر کے بعد سوالات کی اجازت دیگئی ۔ مگر کسی نے کوئی سوال نہیں کیا ۔ دو شخصوں نے بیعت کی اور احمدی ہوئے ۔ بعد مغرب صرف احمدیوں میں عاجز نے ایک تقریر کی اور تقویٰ ۔ صلاحیت ۔ تبلیغ چندہ امداد ۔ قادیان کثرت سے جانے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۴ نومبر ۱۹۱۶ء

# ترک کیوں مٹ رہے ہیں؟

## شامت اعمال کی وجہ سے

(نمبر دوم)

گذشتہ نمبر میں ہم نے ترکوں کی اسلام سے بیگانگت کے متعلق بتایا تھا۔ کہ اُن کے دارالسلطنت کے ایک اخبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق نہایت ہتک آمیز الفاظ شائع کئے۔ لیکن عمال سلطنت نے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی۔ یہی بات کوئی ایسی نہ تھی۔ جو اُن کی مُسلمانی پر آنسو نہ بہا رہی ہوتی۔ لیکن اس سے بڑھکر اس سلطنت کے زیر سایہ جو کچھ کیا گیا۔ وہ یہ تھا کہ:۔

"اتحاد و ترقی کی کمیٹی نے خدا تعالےٰ کے کلام یعنی قرآن مجید میں کچھ ترمیم و تنسیخ کر دی۔ چنانچہ قرآن شریف میں جہاں یہ لکھا ہے کہ (للذکر مثل حظ الانثیین) ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملیگا۔ اسے انہوں نے برابر کا حصہ بنا دیا"

یہ ہے اس سلطنت کے کارفرماؤں کی جرأت۔ جسے اسلامی حکومت کہا جاتا ہے۔ کیا اسلام اسی کا نام ہے کہ خدا تعالےٰ کی کتاب میں تغیر و تبدل کیا جائے۔ اور اُسے ناقص سمجھ کر اپنے ہاتھوں اس کی اصلاح کی جائے۔ پھر اسی پر بس نہیں کیگئی۔ بلکہ یہ بھی کیا گیا کہ:۔

"مکہ۔ مدینہ اور دمشق کی فوجوں کو نئی اور چالاک وجوہات کی بنا پر روزہ نہ رکھنے کے لئے کہدیا گیا" پھر "مکہ کی عدالت کو سورہ بقر کی چند آیتوں کا مطلب اپنے مقصد کے موافق بدل دینے کے لئے کہا گیا"

ان باتوں سے اندازہ لگالو۔ کہ ترکوں کے نزدیک اسلام کی کیا قدر اور وقعت ہے۔ اور وہ اسلام کو کیا سمجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر وہ دُنیا سے مِٹ رہے یا مٹائے جا رہے ہیں تو کیا کوئی تعجب کی بات ہے۔

اس سے بڑھکر اسلام پر مشکلات اور مصائب کا اور کونسا وقت آئیگا۔ کہ وہی لوگ جو مُسلمان کہلاتے ہیں۔ اسکی تخریب کے درپے ہو رہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اپنی خواہشات کے مطابق قرآن کریم میں تغیر و تبدل کر دیں۔ حالانکہ قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جسکے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ لاریب فیہ۔ اس میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں۔ جو انسانوں کے لئے مضر اور نقصان رسان ثابت ہو۔ خدا تعالےٰ کے اس وعدہ کے ہوتے ہوئے پھر اگر کوئی قرآن کریم کی کسی بات کو نہ صرف مضر سمجھتا بلکہ اس میں تغیر و تبدل کرنے کی بھی جرأت کرتا ہے۔ تو سمجھ لے کہ وہ کتنی بڑی غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی کسقدر ہتک کر رہا ہے۔ پھر قرآن کریم علے الاعلان کہتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ دین اسلام بالکل مکمل ہو چکا ہے۔ اب اس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے لیکن کچھ لوگوں کے سروں پر شامت اعمال سوار ہوتی ہے اور وہ ارکان اسلام کو بدل دیتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک اسلام ایک ناقص مذہب ہے۔ جسکی وہ اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ کاش! یہ لوگ سوچتے اور دیکھتے۔ کہ یہی وہ اسلام تھا جس نے وحشیوں کو انسان اور پھر باخدا انسان بنا دیا تھا۔ یہی وہ اسلام تھا۔ جس نے چرواہوں اور گڈریوں کو استاد عالم کا لقب دلا دیا تھا۔ اور یہی وہ اسلام تھا۔ جس نے اپنی معقولیت اور پختگی کی وجہ سے مشرق سے لیکر مغرب اور شمال سے لیکر جنوب تک اپنا ڈنکا بجا دیا تھا۔ لیکن جب سے انہوں نے اسکی طرف سے لاپرواہی اور عدم توجہی برتی ہے اُسی دن سے نیچے ہی نیچے گر رہے۔ اور ذلت و ادبار کا نشانہ بن رہے ہیں۔

مُسلمان کہلانیوالوں کو ذرا دیدۂ عبرت وا کر کے دیکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام کہاں ہے۔ کیا یہی وہ وقت نہیں ہے جسکی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ قرآن کریم دُنیا سے اُٹھ جائیگا۔ یعنی لوگ اسپر عملدرآمد کرنا چھوڑ دینگے۔ اور کیا یہی وہ زمانہ نہیں ہے جسکے متعلق اس مخبر صادق نے خبر دی تھی۔ کہ اگر اسوقت ایمان دنیا کے رہنے والوں کو چھوڑ کر ثریا پر جا پہنچیگا۔ تو ایک فارسی النسل اسکو دوبارہ دُنیا میں لے آئیگا۔ حالات اور واقعات بتلا رہے ہیں کہ یہی وہ زمانہ ہے چنانچہ اسلام کی جیسی کچھ دردناک حالت ہو چکی ہے۔ اس سے تو کسی کو انکار ہی نہیں۔ اور نہ انکار کرنے کی گنجایش۔ باقی رہا یہ کہ کیا حسب وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ فارسی النسل آگیا یا نہیں۔ اس سے بھی دُنیا انکار نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اُن کی آنکھوں کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہی موعود انسان ہونے کا بڑے زور کے ساتھ دعوےٰ کیا ہے جسکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ اور خدا تعالےٰ نے بڑے بڑے عظیم الشان نشانوں کے ساتھ آپ کی صداقت پر مُہر لگا دی ہے۔

اب کسقدر قابل افسوس ہے وہ انسان جو باوجود اس بات کا اقرار کرنے کے کہ میں اسلام سے بہت دور ہو چکا ہوں اور اسلام مجھسے دور ہو چکا ہے۔ پھر بھی خدا تعالےٰ کے اس برگزیدہ انسان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جو اسکے علاج کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ اور جو حقیقی اسلام کی طرف اس کی راہ نمائی کرتا ہے۔ ایک ایسا شخص جسکو کوئی راستہ دکھانے والا نہ ہو۔ وہ اگر راستہ سے بھٹک جائے۔ تو اُسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کو ایک بار نہیں بلکہ کئی بار بڑے درد کے ساتھ کہا جائے۔ کہ جس راستہ پر تم چل رہے ہو یہ تمہیں منزل مقصود پر نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ چاہ ضلالت میں گرا دیگا۔ وہ اگر اپنے ناصح مشفق کی آواز پر کان نہ دھرے تو اُسے کسی صورت میں بھی معذور اور مجبور نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور پہلے انسان کی نسبت اس کا انجام بہت دردناک ہوتا ہے۔ یہی حال مُسلمانوں کا ہے۔ جب تک اُن کے پاس خدا تعالےٰ کا ایک نبی اور رسُول نہ آیا تھا اُس وقت تک ان کی بے راہ روی بہت حد تک پردۂ اغماض میں چھپائی جاتی تھی۔ لیکن اب جبکہ ان کو راستہ بتانے کے لئے خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما دیا ہے۔ اُن کا راستہ سے بھٹکے رہنا اور بے راہ

کی طرف نہ آنا ان کی ہلاکت اور تباہی کا باعث ہے ٭

ترکوں کو جن پر کہ میں آج نوحہ خوانی کر رہا ہوں آج سے بہت پہلے خدا تعالےٰ کے اس برگزیدہ انسان نے انذار اور تبشیر دونوں قسم کے نشانات دکھلائے ہیں اور انہیں پیش از وقت کہدیا گیا تھا۔ کہ تمہاری سلطنت میں کچھ کچے دھاگے ہیں۔ جو بہت جلد ٹوٹ جائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ان کے بڑے بڑے عمال خیانت اور غداری میں پکڑے گئے۔ اور ہلاک کئے گئے۔ پھر انہیں بتلایا گیا۔ کہ عنقریب تم مغلوب ہونے کے بعد غالب ہوگے یہ بات بھی پوری ہوگئی۔ اور اس کا نظارہ انہوں نے ایڈریانوپل کو اپنے ہاتھ سے دیکر پھر حاصل کر لینے کے وقت دیکھا لیکن باوجود ان باتوں کے انہوں نے خدا کے اس عظیم الشان انسان کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کا نتیجہ جو کچھ ظہور پذیر ہو رہا ہے اُسے ہر ایک جانتا ہے۔ ابھی وقت ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کو مان کر خدا تعالےٰ کو راضی کریں تا آیندہ کی ذلت اور رسوائی سے بچ سکیں ٭

ترکوں کی دردناک حالت سے دوسرے مسلمانوں کو بھی عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ کیا جبکہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے ایک سلطنت کو تباہ و برباد کر دے سکتا ہے۔ اور حکمران کہلانے والوں کو پل میں محکوم بنا دے سکتا ہے۔ تو جو پہلے ہی گئے گذرے ہیں۔ اُن پر کس قدر ذلت اور بربادی نہیں لا سکتا ٭

مبارک ہے وہ انسان جو ان واقعات ظاہرہ سے نصیحت حاصل کرے۔ اور حضرت مسیح موعود کو مان کر دین و دنیا سنوار لے ٭

## کونسا مذہب عالمگیر ہو سکتا ہے؟

ہمیں یہ پڑھ کر تعجب اور حیرانی ہوئی۔ کہ اس عنوان کے ماتحت ایک سکھ اخبار لکھتا ہے کہ "سکھی کی بنیاد اکال پرکھ پر یقین کامل اور اعمال حسنہ پر رکھی گئی ہے۔ پس جس مذہب کی دنیا منتظر ہے۔ وہ سکھی کی صورت میں دنیا کو مل جا چکا ہے" اگر کسی اور مذہب کے متعلق یہ دعوےٰ ہوتا تو کم از کم وہ دعوےٰ اس قابل تو ہو سکتا تھا۔ کہ اس کی طرف توجہ کی جاتی۔ لیکن ایک سکھ صاحب کی زبان سے یہ دعوےٰ بڑا ہی تعجب خیز و حیرت افزا ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ سکھ صاحبان تو ابھی تک یہ بھی صحیح طور پر معلوم نہیں کہہ سکے۔ کہ حضرت بابا نانک صاحب جنہیں وہ اپنے مذہب کا بانی قرار دیتے ہیں۔ ان کا اپنا کیا مذہب تھا وہ کن اصول کے پابند تھے۔ اور انہوں نے کونسے ایسے اصلاحی اصول دنیا کے روبرو پیش کئے ہیں کہ جن پر عمل کر کے انسان روحانیت کے میدان میں بڑھا چلا جا سکتا ہے۔

ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک مبارک تصنیف "ست بچن" میں اسبات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ کہ حضرت باوا نانک صاحب مذہب اسلام کے خدام میں سے ایک تھے۔ اور انہوں نے کوئی جدید مذہب دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔ البتہ اپنے آبائی مذہب سے سخت بیزاری کا اظہار کیا۔ اور کھلے طور پر بار بار کہا کہ اب ہندو مذہب اور وید اس قابل نہیں کہ انپر کوئی عمل کر کے اپنے اعمال میں اصلاح کر سکے۔ اور لقائے خداوندی حاصل کرے۔ ہاں خدا تعالےٰ تک پہنچنے کا ذریعہ اسلام ہی ہے۔ اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنا۔ چنانچہ باوا نانک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

پنج وقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن
نانک آکھے گور سدہی رہیو پینا کھانا

گرنتھ صاحب آدسری راگ محلہ پہلا

کہ پانچ وقت نماز پڑھنی اور قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ اس سے صاف پتہ لگ سکتا ہے کہ باوا صاحب کا کیا مذہب تہا۔ لیکن اگر سکھ صاحبان اب بھی یہی کہیں۔ کہ انہوں نے کوئی نیا مذہب ایجاد کیا تھا۔ تو انہیں بتانا چاہیئے۔ کہ باوا نانک صاحب نے کونسی جدید شریعت پیش کی ہے۔ اور اس میں روحانیت کے متعلق کیا تعلیم دی ہے تمدن کے متعلق کیا بتایا ہے۔ گرنتھ صاحب میں تو ان باتوں کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ جتے کہ اس میں یہ بھی نہیں بتایا گیا۔ کہ کونسی چیزیں ایسی ہیں۔ جن کا استعمال کرنا جسمانی اور روحانی ترقی کے لئے مفید ہے۔ اور کونسی ایسی جن کا استعمال مضر۔ پس جب گرنتھ صاحب میں بھی یہ نہیں بتلایا گیا۔ تو اُسے کسی نئے مذہب کے بانی کی کتاب کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ضرور ہے کہ اس کے پیرووں کو ایسی باتوں کے لئے کسی اور مذہب کا منت کش ہونا پڑے۔ پھر گرنتھ صاحب میں کہیں یہ بھی نہیں لکہا۔ کہ کن کن عورتوں سے تم تعلقات زوجیت کر سکتے ہو اور کن سے نہیں۔

پس حضرت باوا نانک صاحب کا قوانین شریعت کے متعلق کچھ نہ بتلانا بلکہ صرف بعض اخلاقی باتیں بیان کرنا اپنے متعدد اقوال میں قرآن کریم کی عظمت اور وید کا کھنڈن کرنا ثابت کرتا ہے۔ کہ آپ خود کوئی نیا مذہب دنیا کے روبرو پیش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ دنیا کے آگے سچا مذہب اسلام ہی پیش کرتے تھے۔

غرض سکھ مذہب اصل میں کوئی مذہب ہی نہیں۔ چہ جائیکہ کوئی عالمگیر مذہب ہو۔ ہاں اگر کوئی مذہب اس وقت دنیا کے تختہ پر عالمگیر ہونے کا مدعی ہے۔ تو وہ اسلام ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے دعوےٰ کو نہ تو الفاظ تک ہی محدود رکہا ہے۔ اور نہ اسکے مدعی خود اس کی طرف سے وکالت کرتے ہیں بلکہ یہ مذہب بڑے زور سے کہتا ہے۔ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس۔ کہ اے رسول ہم نے تمہیں تمام دنیا کے لئے بھیجا ہے۔ یہ تو ہوا دعوےٰ۔ عملی طور پر بھی صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جو تمام دنیا کے لئے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسوقت تک دنیا کو چار و ناچار اسلام کی بہت سی باتوں پر اپنے مذہب کے اصول کو خیرباد کہتے ہوئے عمل کرنا پڑا ہے ٭

---

## انوارِ خلافت

اس نام سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی وہ معرکۃ الآراء تقریرین جو حضور نے سالانہ جلسہ ۱۹۱۵ء پر فرمائی تھیں۔ چھپ کر تیار ہو گئی ہیں۔ احباب منگوا کر بہرہ اندوز ہوں۔ کتاب ۲۰ × ۲۶ کے ۱۸۴ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ لکہائی چھپائی کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور باوجود کاغذ کے سخت گراں ہونے کے بہت عمدہ لگایا گیا ہے ٭

**قیمت دس آنے (۱۰ر)**

**مینیجر اخبار الفضل قادیان دار الامان ٭**

# معارف قرآن مجید

## از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

## سُورہ توبہ رکوع ۶

### ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۱۶ء

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو خدمتِ دین تو کرتے ہیں۔ لیکن ان کی خدمت شرطیہ اور بعض حالات کے ماتحت ہوتی ہے۔ جب تک اُنہیں آرام اور آسایش نصیب ہو اُس وقت تک تو دین کی کچھ نہ کچھ خدمت کرتے رہتے ہیں لیکن جب تکلیف۔ دکھ اور مشکلات کا سامنا ہو۔ تو پھر اس طرف بہت کم لوگ توجہ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہی وقت ان کے امتحان اور آزمایش کا ہوتا ہے۔ یہاں خدا تعالےٰ مسلمانوں کو فرماتا ہے۔ انفروا خفافاً وثقالاً وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ۔ کہ تمہیں خدا کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ اللہ کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں نکلنا چاہیئے۔ اگر اکیلے اکیلے نکلنے کا حکم ہو۔ تب بھی اور اگر جماعت کے ساتھ نکلنے کا حکم ہو تب بھی (اکیلے جاسوسی اور حالات کے دریافت کرنے کے لئے نکلنا ہوتا ہے۔ اور یہ بہ نسبت لشکر کے ساتھ جانے کے خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے بعض کمزور دل لوگ اس سے جی چُراتے اور ڈرتے ہیں۔ فرمایا۔ مؤمن کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے آج کل بعض جگہ مباحثہ کے لئے اگر کسی کو اکیلا بھیجا جائے تو بعض جانیوالے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ دشمن خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں۔ پھر بھی وہ حق کے مقابلہ میں کیا کر سکتے ہیں۔ غلبہ حق کو ہی حاصل ہوتا ہے اور حق ہمارے پاس ہے) ٭

**خدمت دین ہر حالت میں کرنی چاہیئے**

خدا تعالےٰ فرماتا ہے انفروا خفافاً ہلکے نکلو۔ ہلکے سے مراد اکیلا آدمی ہے۔ کیونکہ ایک آدمی کا بوجھ بہت کم ہوتا ہے۔ ہجوم میں جو دقتیں ہوتی ہیں۔ ان سے وہ بچا ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ اے مؤمنو تم جنگ کے لئے نکلو ایسی حالت میں بھی کہ تم اکیلے اکیلے ہو۔ اور ایسی حالت میں بھی کہ جماعت کے ساتھ ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ اگر کسی کو اکیلا بھیجا جاوے تو وہ انکار کردے۔ اور بہانے بنائے بلکہ جیسا بھی موقعہ ہو۔ ویسا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے جنگوں میں بعض اوقات اکیلا اکیلا جانا ضروری ہوتا ہے اور یہ خطرہ کی حالت ہوتی ہے۔ اسلئے بزدل انسان اس سے بچنا چاہتا ہے۔ اسکے متعلق یہ حکم ہے۔ کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے۔ تو اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔

**دوسرے معنی** خفافاً وثقالاً کے یہ ہیں کہ خواہ تم میں سے کوئی فقیر ہو یا غنی۔ دونوں حالتوں میں وہ جنگ کے لئے نکلے۔ ایک غریب شخص بہت معمولی سامان رکھتا ہے۔ اسلئے اسے سفر پر جانے کے لئے کوئی بڑی تیاری نہیں کرنی پڑتی۔ دوسرے اسے پیچھے کا فکر بہت کم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ہلکا ہوتا ہے۔ لیکن ایک امیر کئی قسم کے سامان تیار کرتا ہے۔ اور اُسے اپنے مال واموال کا بھی بہت زیادہ فکر ہوتا ہے۔ اسلئے وہ بوجھل ہوتا ہے اس لحاظ سے یہ معنے ہوئے کہ تم خدا کے دین کی خدمت کرنے کے لئے نکلو خواہ فقیر ہو یا غنی۔ یعنی خواہ اس حالت میں ہو کہ تمہیں اپنی تیاری کے لئے بڑا ساز و سامان نہ کرنا ہو۔ اور نہ ہی اپنی جائداد وغیرہ کا فکر ہو۔ خواہ اس حالت میں کہ تمہارے اوپر مال واموال دولت اور جائداد کا بوجھ پڑا ہو۔

### تیسرے معنی

اسکے یہ ہیں کہ خواہ تم جوان ہو یا بوڑھے۔ قوی ہو یا کمزور قوی اور مضبوط انسان ہلکا پھلکا ہوتا ہے لیکن جو کمزور اور نحیف ہوتا ہے۔ اسکے لئے اپنی جان بھی بوجھل ہوتی ہے۔ تو فرمایا کہ دین کی خدمت سے کوئی مستثنےٰ نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ایک کو خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان طاقتور ہو یا کم طاقت نکلنا چاہیئے ٭

### چوتھے معنی

یہ ہیں کہ تم اس بات پر راضی ہو یا نہ ہو۔ تمہارا دل اُسے کرنے کو چاہے یا نہ چاہے۔ پھر بھی تمہیں کرنی چاہیئے۔

جب کوئی شخص کسی ایسے کام کو کرتا ہے۔ جسے وہ دل سے چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ تو اس کا کرنا اسپر بوجھ نہیں ہوتا۔ لیکن جس کام کے کرنے کو اس کا دل نہ چاہے۔ اُسے وہ ایک بوجھ سمجھتا ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ خواہ کوئی دین کا ایسا حکم ہو جسے تم پسند کرتے ہو اُسے بھی کرو۔ اور خواہ کوئی ایسا ہو جسے تم نہیں پسند کرتے اُسے بھی کرو ٭

آجکل کے مُسلمانوں میں یہ مرض عام ہے۔ جس کام کو وہ پسند کرتے ہوں اُسے تو بڑی خوشی سے کرینگے۔ لیکن جسے ناپسند کرتے ہوں۔ وہ خواہ کیسا ہی ضروری اور لازمی ہو اُسے نہیں کرینگے۔ چونکہ انہی لوگوں میں سے نکلکر ہماری جماعت میں بھی لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اسلئے ہماری جماعت میں بھی بعض میں یہ مرض پایا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے دونوں حالتوں میں دین کا کام کرو۔ خواہ تمہارا دل اُسے پسند کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ یہ خدا کا حکم ہے کسی کی مرضی پر منحصر نہیں کہ جو چاہے کرے۔ اور جو نہ چاہے نہ کرے ہماری جماعت کے ایسے لوگوں کو بہت جلدی اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

### پانچویں معنے

یہ ہیں کہ پیدل ہو یا سوار خدا کے راستہ میں نکلو ٭

خفافاً وثقالاً۔ پیدل اور سوار دونوں پر بولے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ کبھی پیدل بہ نسبت سوار کے ہلکا ہوتا ہے اور کبھی سوار بہ نسبت پیدل کے ہلکا۔ فرمایا یہ کہنے کا کسی کو حق نہیں کہ میرے پاس سواری نہیں۔ اس لئے میں لڑائی میں نہیں جا سکتا۔ یا اگر کسی کو سوار ہونے کے لئے کہا جائے۔ تو وہ کہدے کہ میں اسطرح نہیں جا سکتا۔ یہ صرف بہانے اور کمزوری ایمان کی علامت ہے ٭

### چھٹے معنی

یہ ہیں کہ خواہ ہتھیار کم ہوں یا زیادہ دونوں صورتوں میں نکلنا چاہیئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ایسی جگہ حملہ کرنا پڑتا ہے۔ جہاں سارے سامان کے ساتھ حملہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہتھیاروں کو اتار کر ہلکا رہنا پڑتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی ایسا موقعہ پیش آئے۔ تو بھی کوئی عذر نہیں کرنا چاہیئے ٭

## ساتویں معنی

یہ ہیں کہ خواہ فارغ ہو یا کام و کاج میں مصروف۔ جب بھی خدا کے راستہ میں کام کرنے کے لئے نکلنا پڑے۔ تو نکل پڑو اپنی فراغت یا کام میں لگے ہونے کی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے ؎

**ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون** یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ بہت باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ فرمایا تمہارا اسطرح کرنا تمہارے لئے بہت اچھے نتائج پیدا کرے گا اگر تم اس کی حقیقت سے واقف ہو جاؤ ؎

واقعہ میں اگر انسان خدا کے راستہ میں کوئی چیز خرچ کرکے اسکے نتائج کو دیکھے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسطرح کرنے سے جسقدر اعلےٰ نتائج نکلتے ہیں۔ اور کسی طرح نہیں نکل سکتے

۱۴ر اکتوبر ۱۹۱۶ء

## جنگ تبوک

اس رکوع کی آخری آیت میں خدا تعالیٰ نے ایک ایسی عظیم الشان جنگ کا ذکر فرمایا ہے۔ جسمیں مسلمانوں اور کفار کی تعداد ایک اور دس کی نسبت سے تھی۔ اس لڑائی سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ مشرکوں سے ہوتا تھا۔ جنھیں یہودی وغیرہ بھی مدد دیتے تھے۔ لیکن جب اس طرح ان کو کامیابی نہ ہوئی بلکہ شکست پر شکست ہی کھاتے گئے۔ تو یہود نے کسریٰ کو اور دوسروں نے قیصر کو مسلمانوں کے خلاف اکسانا شروع کر دیا۔ اور اسطرح عیسائیوں میں یہ جوش پیدا ہو گیا۔ کہ مسلمان جو دن بدن زور پکڑتے جاتے ہیں۔ ان پر حملہ آور ہوں۔ جب انہوں نے یہ ارادہ کیا۔ تو افواہ مشہور ہو گئی کہ قیصر ایک لاکھ فوج سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے اسکو سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ پیشتر اس کے کہ قیصر ہمارے ملک میں داخل ہو کر ہم پر حملہ آور ہو۔ ہم خود ہی اسپر حملہ کر دیں۔ اور اپنے علاقہ میں اسے داخل ہونے سے روک دیں ؎

عربوں پر قیصر کا بڑا رعب تھا۔ کیونکہ وہ ایک باقاعدہ اور بڑی شان و شوکت رکھنے والی سلطنت کا مالک تھا۔ اسکے پاس بہت سی باقاعدہ اور سامان حرب سے آراستہ فوج تھی۔ لیکن عرب مختلف قبیلے اور گروہ در گروہ تھے۔ نہ اسکے پاس ان کی طرح سامان جنگ تھا نہ فنون حرب سے واقف تھے۔ اور نہ ہی اسقدر آدمی۔ اسلئے عرب قیصر سے بہت زیادہ مرعوب تھے اسلئے جب انہیں یہ معلوم ہوا۔ کہ قیصر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ اور مسلمان اسکے مقابلہ کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ تو انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ مسلمان اس کا کس طرح مقابلہ کر سکینگے اور کیونکر اس پر کامیاب ہو سکیں گے۔ اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کا ارادہ ظاہر فرمایا تو منافقوں نے مسلمانوں کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ تم عرب کے قبائل کا ہی مقابلہ کر سکتے اور ان پر کامیابی حاصل کر سکتے تھے جن کے پاس نہ سامان تھا۔ نہ فنون جنگ سے واقف۔ اب قیصر کی فوج سے مقابلہ کرو گے۔ تو پتہ لگ جائیگا۔ اسکے اسطرح کہنے سے بعض لوگ ڈر بھی جاتے تھے۔ کیونکہ حالات ہی بہت خطرناک تھے۔ اور ایک خطرناک قوم سے مقابلہ تھا اور اب مسلمانوں کی اپنے مخالفین کے مقابلہ میں وہ پہلی نسبت بھی قائم نہ رہی تھی۔ کیونکہ عیسائیوں کا لشکر کئی لاکھ کی تعداد میں سنا جاتا تھا۔ اس لئے اس مقابلہ سے بعض کمزور دل ڈر محسوس کرنے لگے۔ اس کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا۔

**لوکان عرضًا قریبًا وسفرًا قاصدًا لاتبعوک ولکن بعدت علیهم الشقه**۔ کہ اگر کوئی منافع اور مال ایسا ہوتا۔ کہ جو قریب الحصول اور چھوٹے سفر پر ہوتا۔ تب تو یہ لوگ تیری اتباع کرتے۔ یعنی وہ کمزور دل جو اس مقابلہ سے گھبراتے ہیں۔ پہلی جنگوں میں تو شامل ہو جاتے تھے کیونکہ وہاں ان کو کامیاب ہونے اور جلدی فائدہ حاصل کرنے کی انہیں امید ہوتی تھی۔ لیکن اب دور کا سفر اور مشکل کا مقابلہ دیکھ کر جی چراتے ہیں۔ اور منافق لوگ خود ڈرتے ہیں۔ اور دوسروں کو ڈراتے ہیں۔ کہ اتنی بڑی سلطنت سے تمہارا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اسکے پاس بڑا سامان ہے۔ وہ بہت زیادہ فوج رکھتی ہے۔ پھر حملہ بھی اسکے ملک میں جا کر کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ اتنا دور کا سفر ہے۔ ان حالات میں کامیابی ناممکن ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انہیں خیالات کی وجہ سے اے رسول یہ لوگ تیری اتباع نہیں کرتے۔ اگر انہیں کامیابی کی امید ہوتی۔ اور چھوٹا سفر ہوتا تو ضرور تیرے ساتھ شامل ہو جاتے ؎

یہ جنگ تبوک کا ذکر ہے۔ اس کے متعلق جو حالات تاریخوں میں لکھے گئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر یہ ایک سخت ابتلا اور بہت ہی خطرناک موقعہ تھا۔ اور باتوں کے علاوہ مسلمانوں کے پاس سامان جنگ تک نہ تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج جسقدر کوئی مدد دیگا۔ اسی قدر جنت میں حصہ پائیگا۔ پھر ایک فوج کے لئے گھوڑوں کی ضرورت تھی۔ آپنے فرمایا۔ جو اسکو گھوڑے دیگا۔ اسکے جنت میں داخل ہونے کا میں ذمہ لیتا ہوں ؎

حضرت عثمان رضؓ نے اسی جنگ میں کئی ہزار گھوڑے دئیے تھے مگر باوجود اسکے سامان ضرورت سے کم ہی تھا۔ اور بعض مسلمان خالی ہاتھ ہی رہے۔ ایسی حالت نے بعض مسلمانوں کو بھی گھبرا دیا جب چلے تو چار مسلمان بھی پیچھے رہ گئے۔ جن کا ذکر آگے آئیگا انہیں سے ایک ابو خیثمہ تھے۔ یہ ایک دولتمند آدمی تھے۔ جب گھر آئے تو دیکھا کہ مکان خوب سجا ہے۔ نرم اور صاف بستر بچھا ہے۔ بیویں خوشبو لگائے اور عمدہ لباس پہنے موجود ہیں یہ دروازے پر کھڑے رہے۔ اندر نہ گئے۔ معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلعم کی محبت بھی ان لوگوں کے دلوں میں کتنی تھی۔ کیسی تھی گو اعمال اور سستی سے پیچھے رہ گئے۔ بیویوں نے جب دیکھا کہ اندر نہیں آتے۔ تو دریافت کیا کہ آپ اندر کیوں نہیں آتے۔ آئیے آرام کیجئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ میرے لئے یہاں گھر میں خوشی اور آرام کے ہر قسم کے سامان موجود ہیں مگر رسول کریم ص اس وقت دھوپ کی شدت میں کس تکلیف سے جا رہے ہونگے۔ اور سفر کی تکان اور سورج کی گرمی سے آپ کا کیا حال ہو گا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تکلیف میں ہوں۔ اور ابو خیثمہ اس آرام میں ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسی وقت باہر آ گئے۔ اور سوار ہو کر تن تنہا تبوک کو روانہ ہو گئے۔ دشمن کے علاقہ سے یوں تن تنہا جانا سخت خطرے کا مقام ہوتا ہے۔ مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور لشکر کے ساتھ جا ملے۔ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو ان کے متعلق اطلاع دے دی۔ آپنے دور سے ہی دیکھ کر فرمایا۔ کن ابا خیثمہ۔ مطلب یہ کہ ابا خیثمہ آ رہا ہے۔ اس لڑائی کے لئے تیاری کرنے میں بھی رسول کریم صلعم کا خاص طریق رہا۔ پہلی تمام جنگوں میں آپ جسطرف چڑھائی کرنا چاہتے۔ بتاتے

نہیں تھے۔ کیونکہ بعض اوقات لوگوں کا خیال ہوتا ہے۔ کہ کوئی بڑی جنگ ہے۔ مگر موقعہ پر وہ بالکل معمولی نکلتی ہے۔ اور بعض وقت معمولی جنگ کا خیال ہوتا۔ اور وہ عظیم الشان نکل پڑتی ہے۔ اگر پہلے بتا دیا جائے۔ تو جسے وہ معمولی سمجھتے اسکے لئے پوری تیاری نہ کرتے۔ اور جسے غیر معمولی سمجھتے اس سے شاید بعض ڈر محسوس کرتے۔ مگر اس جنگ میں خلاف معمول آپنے یہ طریق اختیار کیا۔ کہ قبل از وقت تبوک کا ارادہ ظاہر فرما دیا۔ پھر یہ طریق اختیار کیا۔ کہ اگر کوئی شخص ذرا پیچھے رہ جاتا۔ تو آپ اس کا ہرگز انتظار نہ کرتے۔ اور فرماتے۔ کہ اگر اسکے دل میں ایمان ہو گا۔ اور خدا کو منظور ہو گا۔ تو ضرور اسکو پہنچا دیگا۔ تم پرواہ مت کرو اور مت انتظار کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جتنا بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں نبی اسی قدر زیادہ قوت ایمان دکھاتا ہے۔ حتے کہ جب ابوذر غفاری بھی پیچھے رہ گئے۔ حالانکہ یہ ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ ابتدائی ہونا انسان کو لغزشوں سے نہیں بچا سکتا۔ تو آپنے ان کی بھی انتظار نہ کی۔ اور کوچ کرتے چلے گئے۔ آخر ابوذر غفاری نے سامان سر پر اٹھایا۔ اور پیدل چل پڑے۔ آپنے ان کو جب دور سے دیکھا۔ تو فرمایا۔ کن ابا ذر۔ یہ کہ ابا ذر آرہا ہے۔ چونکہ جنگ کے موقعہ پر جاسوسوں کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ صحابہ کو خیال ہوا تھا کہ شاید کوئی جاسوس ہے۔ جب ابوذر غفاری آئے تو آپنے فرمایا۔ تو اکیلا ہی آیا ہے۔ اور اکیلا ہی مریگا۔ چنانچہ حضرت عثمان نے ان کو ایک الگ جگہ دی ہوئی تھی۔ اسی جگہ وہ فوت ہوئے۔ صرف ایک بیوی اور ایک غلام آپکے پاس تھا ؛

تو فرمایا۔ سفر بڑا تھا۔ اگر درمیانہ ہوتا۔ تو یہ لوگ جنگ میں شریک ہو جاتے۔ پھر اس جنگ میں اموال کے ملنے کی بھی کوئی اُمید نہ تھی۔ کیونکہ اتنی بڑی حکومت کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کامیابی کا حاصل ہونا انکے نزدیک ناممکن تھا اسلئے بھی وہ شامل ہونے سے جی چُراتے تھے۔ لیکن عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ جبکہ یہ دیکھیں گے کہ مسلمان صحیح سالم کامیابی کے ساتھ واپس آگئے ہیں۔ اسوقت سیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم۔ اللہ کی قسمیں کھائینگے۔ اور عذر کرینگے۔ کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی۔ تو ضرور آپکے ساتھ جنگ میں شامل ہوتے۔ یھلکون انفسھم۔ وہ اس جنگ میں شریک ہونے کو ہلاکت سمجھتے تھے۔ لیکن دراصل ان کا جنگ میں شریک نہ ہونا انکی ہلاکت کا باعث ہے۔ اور خدا خوب جانتا ہے کہ انھم لکذبون۔ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ سفر کی درازی اور کامیابی کی امید کے نہ ہونے نے ان کو شرکت سے محروم رکھا۔ اسلئے ان کا کوئی عذر اللہ قبول نہیں کرتا۔ بلکہ انکو جھوٹا سمجھتا ہے ؛

# سُورہ توبہ رکوع ۸

## ۲۸ر اکتوبر ۱۹۱۶ء

## ایک عظیم الشان مسئلہ کا حل

اس رکوع کی پہلی آیت اس عظیم الشان مسئلہ کو حل کر دیتی ہی۔ کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مرتکب ذنوب کے ہوتے تھے یا نہیں اور یہ کہ آپ کی نسبت ذنب یا غفر یا استغفار کے جو الفاظ آئے ہیں ان سے آپکا گنہگار ہونا اور معافی مانگنا پایا جاتا ہی یا نہیں وہ لوگ جو نبیوں سے بعد کی وجہ سے نبیوں کی حقیقت اور انکے تقوے و طہارت سے واقف نہیں وہ تو کہتے ہیں کہ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلطی کی تھی۔ اور خدا نے اسکو معاف کر دیا۔ چنانچہ مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عتاب ہوا ہے۔ اور عتاب کے لفظ کو بے اثر بنانے کے لئے لطیف عتاب کہتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک لطیف کہنے سے عتاب ہونے پر جو اعتراض ہوتا تھا۔ وہ دُور ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر بھی عتاب نازل کرتا ہے وہ باتیں جن سے وہ واقف نہیں ہوتے۔ ان سے انہیں آگاہ کرتا ہے۔ مگر ان کی وجہ سے کسی قسم کا ان پر عتاب نہیں کرتا۔ کیونکہ ان سے وہ واقف ہی نہیں ہوتے۔ عام لوگوں میں سے بھی اگر کوئی شخص کسی وجہ سے زیر عتاب ہوتا ہے۔ تو اسی لئے نہیں کہ اس نے کوئی ایسا فعل کیا ہے۔ جسکے متعلق خدا تعالے کی طرف سے کوئی حکم آیا ہی نہیں۔ بلکہ اسلئے کہ حکم تو آچکا ہے مگر اس نے اس حکم کے خلاف کیا ہے۔ نبیوں کو جن باتوں سے آگاہ کیا جاتا ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہیں جنکے متعلق پہلے کوئی حکم نہیں آیا ہوتا۔ مثلاً حضرت نوح کا واقعہ ہے۔ انھوں نے اگر اپنے بیٹے کے لئے دعا کی۔ تو اسلئے نہیں کی کہ اسکے متعلق دُعا نہ کرنے کا حکم آچکا تھا۔ بلکہ اسلئے کی کہ ان سے انکے اہل کے بچائے جانے کا وعدہ تھا۔ انھوں نے اس بیٹے کو بھی اہل میں سمجھ لیا۔ لیکن خدا تعالے کے نزدیک جسمانی اہل مراد نہ تھی۔ اس لئے خدا تعالے نے انکو بیٹے کے لئے دُعا کرنے سے منع کر دیا تو نبیوں کو اس قسم کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ لیکن اسکو عتاب نہیں کہتے۔ بلکہ ہدایت کہتے ہیں ؛

اس آیت میں کوئی عتاب نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عفو کے معنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکذبین۔ اسکے معنے یہ کئے جاتے ہیں کہ اللہ تیرا وہ قصور معاف کر دے۔ جو تو نے منافقوں کو رہنے کی اجازت دیکر کیا ہے تو نے انہیں کیوں رہنے کی اجازت دی۔ یہانتک کہ تجھ پر ظاہر ہو جاتے سچ بولنے والے اور تو جان لیتا جھوٹ بولنے والوں کو۔ یہ معنی کر کے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپکے اس قصور کو معاف کر دیا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سارے قرآن کریم میں کسی جگہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ دینے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ اسکے برخلاف حکم ہے۔ سورہ نور کے بعض واقعات ایسے ہیں۔ جو اس واقعہ سے پہلے کے ہیں۔ اس میں اجازت کے لئے ہیں اس صورت میں آنحضرت م کا گناہ اور قصور کیسا۔ اور خدا تعالے کی ناراضگی کیسی۔ اگر سورہ نور کے واقعات کو بعد کا قرار دیا جائے تو بھی خدا تعالیٰ کی ناراضگی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ اجازت نہ دینے کا حکم آچکا ہو۔ لیکن ایسا حکم کوئی نہیں ہے اسلئے ناراضگی بھی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی گناہ ہے۔ اسلئے یہاں عفو کے معنے گناہ معاف کرنیکے ہو ہی نہیں سکتے۔ بلکہ کچھ اور ہونگے۔ اور جو یہاں ہونگے۔ وہی دوسرے مقامات پر ہونگے۔ وہ معنی کیا ہیں۔ عفا عن حقہ کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ فلاں پر جو حق تھا۔ وہ چھوڑ دیا۔ عفاعنہ کے معنے لغت سے یہ معلوم ہوئے کہ کسی کا بوجھ ہلکا کر دینا۔ یہاں بھی یہی معنی ہیں۔ اور اگلی آیت انہی معنوں کی تائید کرتی ہے۔ اللہ تعالے آنحضرت صلعم کو فرماتا ہی اللہ تیرے بوجھ کو ہلکا کر دے۔ یہ ایک اچھا موقعہ تھا۔ اگر تو کسی کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# خطبہ جمعہ

## دیگر مذاہب پر اسلام کی فضیلت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی

فرمودہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء

---

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتٰی تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا ذالکم خیر لکم لعلکم تذکرون۔ فان لم تجدوا فیھا احداً فلا تدخلوھا حتٰی یؤذن لکم۔ وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکٰی لکم واللہ بما تعملون علیم۔ (۲۴۔ ۲۷۔ ۲۸)

اسلام کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے دیگر مذاہب پر جو فضیلتیں حاصل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اسمیں ایسے مسائل جو ہیں تو جزوی لیکن تمدن یا اخلاق یا عظمت الٰہی یا اللہ تعالےٰ کی محبت کے پیدا کرنے میں ان کا بڑا دخل یا اثر ہے۔ ان کو بالتفصیل بیان کرتا ہے۔ اور یہ فضیلت ایک ایسی بین اور روشن فضیلت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جبکہ ابتدائی زمانہ تھا۔ اور لوگوں کا حسد اور بغض بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور بعد میں بھی جبکہ اسلام کے متعلق مخالفین کے دلوں میں غصہ اور کینہ بہت سرایت کر گیا تھا اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہود کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔ کہ ان کو اس بات کا اقرار تھا۔ اور وہ یہ کہتے۔ کہ اسلام نے جس تفصیل سے باتیں بیان کی ہیں۔ اور کسی مذہب نے نہیں کیں۔ گویا ان کو اسلام کی ایسی باتوں پر رشک آتا تھا۔ اور کسی نے کہا ہے۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء کہ خوبی وہی ہوتی ہے جس کا اقرار دشمن کرے تو دشمنوں نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے۔ کہ اسلام میں جزوی مسائل کے متعلق بھی اس طرح کھول کھول کر بتا دیا گیا ہے۔ جن سے مسلمان بہت فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے دین سے بُعد ہو جانے کی وجہ سے وہ تمدن جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے قائم کیا تھا۔ بہت کمزور ہو رہا ہے۔ اور باوجود اسکے کہ اسلام نے تمام مسائل کو اپنے تفصیلی رنگ میں بیان کر دیا ہے۔ کہ جس کی نظیر کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ تاہم مسلمان دن بدن گرتے جا رہے ہیں۔ احکام کے لحاظ سے تو کسی مذہب کی کوئی کتاب قرآن کریم اور احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن اب مسلمان عمل کے لحاظ سے تمام لوگوں سے پیچھے ہیں وحشت خود پسندی۔ لڑائی۔ جھگڑے ان میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ مدنیت کو چھوڑ کر بدویت کی طرف جھک گئے ہیں۔

### اسلام اور تمدن

اسلام تمدن سکھلانے والا مذہب ہے۔ اور انسان کو تمدن سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ فتن کے وقت مومن کو چاہیئے۔ کہ جنگل میں چلا جائے۔ یعنی ایسے وقت جبکہ ضلالت اور گمراہی حد سے بڑھ گئی ہو۔ اور اسکا علاج سوائے خدا کے کسی فرستادہ کے اور کوئی نہ کر سکتا ہو۔ تو چاہیئے۔ کہ عام لوگوں سے علیحدہ ہو جائے۔ اس سے پتہ لگا۔ کہ مومن کا اصل کام تو یہی ہے۔ کہ لوگوں میں رہے۔ ان سے تعلقات رکھے۔ ہاں سخت تاریکی کے وقت اسے علیحدہ ہو جانا چاہیئے۔ اگر ایسی حالت نہ ہو۔ تو پھر یہی بہتر اور ضروری ہے۔ کہ لوگوں میں رہے۔ تمدنی تعلقات بڑھائے۔ انہیں اسلام کی تعلیم دے۔ تو تمدن اور اسلام دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جہاں اسلام ہوگا۔ وہاں تمدن بھی ہوگا۔ ہاں اگر کوئی اسلامی احکام کے خلاف کرتا ہے۔ اور پھر تمدن نہیں رہتا۔ تو یہ اسلام کا قصور نہیں۔ بلکہ اسکا اپنا قصور ہے۔ اگر کوئی شخص کھانا نہ کھائے۔ اور کہے کہ میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ یہ کسطرح ہو سکتا ہے۔ کہ کھانا کھائے بغیر پیٹ بھر جائے۔ ہاں اگر کوئی کھانا کھایا جائے۔ اور پھر پیٹ نہ بھرے تو پھر یہ اُسے کہنے کا حق ہو سکتا ہے۔ کہ یہ کھانا ہی ردی ہے اسی طرح اگر کوئی قوم اسلامی قواعد پر عمل ہی نہیں کرتی۔ تو اسکی کمزوری اور نا اہلی اسلام کی کمزوری نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اسپر عمل ہی نہیں کرتی۔ ہاں اگر وہ عمل کرے۔ اور درست طریق سے عمل کرے۔ پھر کمزور کی کمزور ہی رہے۔ تو کہا جائیگا۔ کہ اس تعلیم کا نقص ہے۔ لیکن اس وقت تک دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی۔ کہ جو اسلام کے بتائے ہوئے قوانین تمدن پر چلی ہو۔ اور پھر وہ اعلیٰ درجہ کی متمدن نہ ہو گئی ہو۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی جو حالت ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ اسلامی قواعد پر عمل نہیں کرتے اور ان سے دور چلے گئے ہیں۔

### السلام علیکم کا ترک کرنا

تمام ہندوستان میں یہ بات نظر آتی ہے۔ کہ مسلمان السلام علیکم کہنے کو عیب سمجھتے ہیں۔ اور بہت ایسے ہیں کہ جن کو اگر السلام علیکم کہہ دیا جائے۔ تو لڑ پڑتے ہیں۔ کہ کیا ہمیں تم دھنیا یا جولاہا سمجھتے ہو۔ گویا ان کے نزدیک السلام علیکم ایک ایسی معیوب بات ہے۔ جو صرف جولاہوں اور دھنیوں کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں۔ بعض اسلامی ریاستوں میں تو یہ حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ کہ والئے ریاست کو السلام علیکم کہنا ہتک سمجھی جائے گی۔ اور اگر کسی نے کہا۔ تو اُسے سزا دی جائے گی۔ ہاں کورنش بجا لانا چاہیئے۔ چنانچہ ممکن نہیں کہ جو لوگ ایسے والیان ریاست کو ملنے جاتے ہیں۔ اس کے خلاف کر سکیں۔ وہ السلام علیکم کبھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس سے ہتک سمجھی جاتی ہے۔

اس سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ مسلمان کہاں تک اسلام سے دور ہو گئے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان میں السلام علیکم کہنے کا رواج اور عمل نہیں رہا۔ بلکہ اسپر عمل کرنا ہتک سمجھا جاتا ہے۔ اور جہاں انہیں اختیار حاصل ہے۔ وہاں اسپر سزا دینے کے لئے تیار ہیں۔ پھر اگر کوئی لاعلمی کی وجہ سے السلام علیکم کہدے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ کیا ہمتر کی طرح

بٹھا کر مار دیا۔ کیا تم میں اتنی بھی تہذیب نہیں۔ کہ بڑوں کو السلام علیکم کہتے ہو۔ "آداب عرض" کہنا چاہیئے۔ اس پر وہ خوش ہوتے ہیں ٭

ایک دفعہ ہم دہلی گئے۔ جن کے گھر ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کا ایک چھوٹا سا لڑکا تھا۔ اس کو میں نے علیحدہ لے جا کر خوب اچھی طرح سکھا دیا۔ کہ السلام علیکم کہا کرو۔ آداب عرض نہ کہا کرو۔ ایک دفعہ ہم باہر سے جو گھر آئے۔ تو اس لڑکے نے کہا۔ السلام علیکم۔ ہم نے وعلیکم السلام کہا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہؤا۔ کہ ایک کونہ سے اس بچے کے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہؤا۔ کہ اماں اس بچے کو آہستہ آہستہ اس لئے مار رہی ہے۔ کہ تم نے بڑوں کو السلام علیکم کیوں کہا۔ ہم نے کہا۔ اس بیچارے کا کوئی قصور نہیں۔ یہ تو ہم نے ہی اسے سکھایا ہے۔ تو السلام علیکم کہنا بڑی ہتک سمجھی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہ شرفاء کا طریق نہیں ہے۔ حالانکہ اصل میں یہی شرافت ہے۔ "آداب عرض" کے معنی ہی کیا ہوئے۔ ایک فضول اور لغو سا فقرہ ہے۔ لیکن السلام علیکم کہنے میں دعا کی جاتی ہے۔ کہنے والا کہتا تو یہ ہے۔ کہ تجھ پر سلامتی ہو۔ لیکن اس فقرہ کا رنگ بدلا ہؤا ہے۔ تاکہ آپس میں محبت اور الفت کا اظہار ہو۔ اصل میں اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اے اللہ۔ تو اس بندے پر سلامتی نازل کر۔ اب دیکھ لو۔ کہ یہ کہنے سے نیک نتائج نکل سکتے ہیں۔ یا آداب اور تسلیمات کہنے سے السلام علیکم کہنا تو ایک دعا اور خواہش ہے۔ جو خدا تعالیٰ سے کی جاتی ہے لیکن دوسرے صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ معنی کچھ نہیں رکھتے۔ اس لئے جو برکت دعا میں ہے۔ وہ ان میں کہاں ہو سکتی ہے۔ مگر باوجود اس کے مسلمانوں نے اسے ترک کر دیا ہے۔ اور آج سے نہیں۔ بلکہ آج سے بہت عرصہ پہلے سے۔ مدت ہوئی۔ ایک سیاح ابن بطوطہ ہندوستان میں آئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں میں نے دیکھا ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں السلام علیکم کہنے کا طریق نہیں رہا۔ اسکا نتیجہ اچھا نہیں نکلیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا ٭

اگرچہ یہ اور اسی قسم کی اور چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ بہت بڑی بڑی ہیں۔ یہی دیکھ لو۔ السلام علیکم کہنا ایک معمولی سی بات ہے۔ لیکن نتیجہ کے لحاظ سے کسقدر عظیم الشان ہے۔ ان میں ایک انسان کئی بار دوسروں سے ملتا ہے۔ اگر وہ تمام کے تمام اسے کہیں۔ کہ خدا کی طرف سے تجھ پر سلامتی ہو۔ تو خیال کر لو۔ کہ اسے کتنا فائدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اسے ہزار انسان بھی آداب تسلیم اور بندگی وغیرہ کہے۔ تو سوائے اس کے کہ یہ لغو فقرات اس کے سامنے دہرائے جائیں گے۔ اور کچھ نہیں ہوگا ٭

آج کل مسلمان تمدن سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اور اسلام کو چھوڑ کر اور طرف نکل گئے ہیں۔ اور السلام علیکم کہنے کو ہتک سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس کی بجائے آداب تسلیمات وغیرہ جتنے الفاظ رکھے گئے ہیں۔ وہ سب لغو ہیں۔ اور سلام ایک دعا ہے۔ لیکن یہ مسلمانوں میں سے مٹ گئی ہے ٭

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات میں اس قسم کی باتوں کو بھی عام طور پر بیان کرتے تھے تاکہ لوگ ناواقفیت کی وجہ سے صداقت سے دور اور ان کے فوائد سے محروم نہ رہ جائیں۔ جو پاک تعلیم پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ آج مجھے بھی خیال آیا۔ کہ ایسی باتیں جو بظاہر چھوٹی چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا نتیجہ بہت بڑا نکلتا ہے۔ انہیں بیان کیا جائے۔ تاکہ اگر ہماری جماعت میں سے بھی کوئی ان سے ناواقف ہو۔ تو وہ واقف ہو جائے۔ خدا کے فضل سے ہماری جماعت میں السلام علیکم کہنے کا طریق بہت عمدگی سے رائج ہے۔ گو ہندوستان سے آنے والے لوگوں میں کچھ کمی ہے۔ ایسے لوگوں کو فائدہ پہنچ جائیگا۔ پھر اپنی جماعت کے لوگ دوسرے لوگوں کو یہ باتیں آسانی سے سکھا سکیں گے۔ کیونکہ ہر ایک شخص کو خواہ کوئی ہو۔ نیکی سکھانا اور شریعت اسلام سے واقف کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور خاص کر غیر احمدیوں کو۔ کیونکہ جب وہ شریعت سے واقف ہوں گے۔ اور انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ واقفیت ہمیں احمدی جماعت کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اسلئے وہ احمدی بھی ہو جائینگے اور یہ ایک ذریعہ ہوگا۔ ان کے احمدی ہونے کا۔ تو جو لوگ ہماری جماعت میں ان باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ میرے بیان کرنے سے ان کے دلوں میں خاص اہمیت گڑ جائے گی اور وہ دوسروں کو سمجھانا ضروری سمجھیں گے۔ اور جو ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے ان پر عمل نہیں کرتے۔ وہ عمل کر کے فائدہ حاصل کریں گے ٭

## تمدن اسلام کے دو حکم

میں نے اس وقت جو آیتیں پڑھی ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ نے دو ایسے حکم دئے ہیں۔ جو اگرچہ شریعت کے قوانین نہیں ہیں۔ تمدن سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان پر بہت زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کا اثر دین پر پڑتا ہے۔ وہ حکم یہ ہیں اول یہ کہ جب کسی کے مکان میں داخل ہونے لگو۔ تو داخل ہونے سے پہلے مکان میں رہنے والوں سے اجازت حاصل کر لو۔ اگر وہ اجازت دیدیں۔ تو داخل ہو جاؤ۔ دوئم یہ کہ جب مکان میں داخل ہو جاؤ۔ تو انہیں سلام کرو۔ پہلے حکم کے متعلق یہ اور فرمایا۔ کہ اگر اندر آنے کی اجازت نہ ملے۔ تو پھر داخل مت ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی اور تشریح فرما دی ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے۔ کہ پہلے اذن مانگو۔ اور پھر اگر اجازت پاؤ۔ تو مکان میں داخل ہو۔ اور اگر اجازت نہ ہو۔ تو نہ داخل ہو۔ اس اذن مانگنے کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تشریح فرمائی ہے۔ کہ یہ اذن تین دفعہ مانگو۔ تین دفعہ کے بعد اگر اجازت نہ ملے۔ تو واپس لوٹ آؤ۔ یہ نہیں کہ بار بار آوازیں دیتے یا کنڈی کھٹکھٹاتے رہو۔ اگر کسی کو داخل ہونے کی اجازت مل جائے۔ تو اسکے لئے قرآن کریم نے یہ دوسرا حکم دیا ہے۔ کہ تسلموا علیٰ اھلھا۔ اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ والذی نفسی بیدہ لا تدخلون الجنۃ حتّٰی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتّٰی تحابوا اولا ادلکم علیٰ شیء اذا فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم۔ کہ اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ تم جنت میں نہیں داخل ہو سکتے۔ جب تک کہ مومن نہ ہو۔ اور مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ اور کیا میں تمہیں آپس میں محبت کرنے کی ترکیب بتاؤں۔ وہ یہ کہ آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ یعنی کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کہو ٭

## مکان میں داخل ہونے کی اجازت تین دفعہ مانگنی چاہیئے

اجازت مانگنے کے متعلق فرمایا۔ کہ تین دفعہ مانگو۔ یہ بات بھی اپنے اندر بہت بڑی حکمت رکھتی ہے۔ بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ کہ کسی کے دروازہ پر جاکر ایک بار کھٹکھٹائیں گے۔ یا آواز دیں گے۔ اگر کوئی آواز نہ آئے تو پھر ایسا ہی کریں گے حتیٰ کہ گھنٹہ گھنٹہ اسی طرح کرتے رہیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے۔ کہ تین دفعہ آواز یا دستک دو۔ پھر اگر جواب نہ ملے۔ تو واپس آجاؤ کیونکہ اندر سے اگر کوئی جواب نہیں دیتا۔ تو اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ممکن ہے۔ وہ گھر ہی نہ ہو۔ یا اگر گھر میں ہو تو سویا ہؤا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی بار بار آواز دیتا ہے۔ تو اس کی نیند خراب ہوگی۔ اس لئے اس طرح کرنا پسندیدہ بات نہیں۔ یا ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ اس آدمی سے ملنا ہی پسند نہیں کرتا۔ یا اس سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اسلئے کوئی جواب بھی نہیں دے سکتا۔ یا کسی ایسی حالت میں ہوتا ہے۔ کہ جواب نہیں دے سکتا۔ ان تمام صورتوں میں بار بار آواز دینا یا کنڈی کھٹکھٹانا بہت معیوب اور ناپسندیدہ بات ہے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تین دفعہ آواز پہنچا کر اجازت لینی چاہیئے۔ اگر مل جائے۔ تو اندر چلے جاؤ۔ اور اگر اجازت نہ ملے۔ تو واپس لوٹ آؤ یہ نہیں کہ جب تک اندر سے کوئی آواز نہ آئے ٹلنا ہی نہیں۔ اجازت نہ ملنے کے دونوں معنے ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی کہدے۔ کہ آپ اندر نہ آئیں۔ اس وقت فرصت نہیں۔ دوسرے یہ کہ کوئی جواب ہی نہ آئے۔ ان دونوں صورتوں میں واپس لوٹ جانا چاہیئے۔

## ایک دوسرے کو سلام کہنے کا فائدہ

پھر سلام کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی کثرت کرنی چاہیئے۔ کیوں اس لئے کہ اسطرح آپس میں محبت پیدا ہوگی۔ جب کوئی دوسرے کیلئے سلامتی کی دعا کرتا ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ اس کے دل میں محبت ہو۔ اور جوں جوں وہ زیادہ دعا کرے۔ وہ محبت بھی بڑھتی جائے گی۔ آج کل تو بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو السلام علیکم کے معنے ہی نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کی محبت پیدا نہ ہو۔ تو اور بات ہے۔ لیکن جو سمجھتے ہیں۔ ان میں ضرور محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے۔ اور جب ایک انسان دوسرے کے لئے دعا کرے گا۔ تو خود اس کے لئے بھی اور دوسرے کے لئے بھی وہ دعا بہت سے فوائد اور برکات کا موجب ہوگی۔ اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق سے بہت محبت اور پیار کرتا ہے۔ اس لئے جو کوئی اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ اس سے وہ بھی محبت کرتا ہے۔ تو ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہنے کی وجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی۔ کہ تمہاری آپس میں محبت ہوگی۔ اور آپس کے تعلقات درست ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں ایمان حاصل ہوگا۔ اور جب ایمان حاصل ہوگا تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیئے۔ جو اپنا کام ہی سمجھتے ہیں۔ کہ دوسروں سے لڑیں۔ اور ایک دوسرے کو لڑائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتا۔ جب تک کہ اس میں ایمان نہ ہو۔ اور ایمان اس وقت تک نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ آپس میں محبت نہ ہو۔ اور محبت پیدا کرنے کا طریق ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہنا ہے۔

## رنجش سے ایمان کو نقصان پہنچتا ہے

لڑائی فساد سے ایمان کو بہت صدمہ پہنچتا ہے۔ بہت سے خاندان ایسے ہیں۔ کہ باوجود ایک مذہب کو سچا سمجھنے کے دوسروں کی دشمنی اور عداوت کی وجہ سے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے اسی فتنہ پر غور کیا ہے۔ جو ہماری جماعت میں پیدا ہؤا ہے۔ اس میں شامل ہونے والے وہی لوگ ہیں۔ جن کو ذاتی عداوتیں اور رنجشیں تھیں ایک آدمی کی نسبت تو مجھے خوب معلوم ہے۔ اس نے سمجھا ہؤا تھا۔ کہ ہمارے خاندان نے کسی موقعہ پر اس کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تھی۔ میں اس وقت جبکہ اسے وہ واقعہ پیش آیا۔ گھر موجود نہیں تھا۔ کہیں گیا ہؤا تھا۔ واپس آکر میں نے اس شخص کو ہمدردی کا خط لکھا جسکا اس نے یہ جواب دیا۔ کہ آپ نے میرے ساتھ بہت ہمدردی کی ہے۔ لیکن فلاں فلاں نے نہیں کی۔ ان کی یہ بات مجھے مرتے تک نہیں بھولے گی۔ افسوس کہ یہ خط محفوظ نہ رکھا گیا۔ ورنہ آج خوب کام دیتا۔ ایک اور نے کہا۔ کہ اگر اور کوئی خلیفہ ہؤا۔ تو اس کی تو ہم بیعت کرلیں گے۔ لیکن میاں محمود کی بیعت تو خواہ کچھ ہی ہو۔ نہیں کریں گے۔ یہ تو کل کی باتیں ہیں۔ بنی اسرائیل کو دیکھو۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے نہ مانا۔ کہ یہ ہم میں سے نہیں۔ تو دشمنی اور عداوت کا بہت خطرناک نتیجہ نکلتا ہے۔ اور اسی وجہ سے کئی لوگ بے دین ہو جاتے ہیں۔ کل ہی ایک شخص کا خط آیا ہے۔ چند دن ہوئے۔ وہ یہاں آیا تھا۔ کہتا تھا۔ کہ مجھے میرا پوتا دیدیا جائے۔ میں نے کہا بچہ کا رکھنا ماں کا حق ہے۔ اگر وہ لے جانے کی اجازت دیتی ہے۔ تو لے جاؤ۔ اب اس نے جاکر لکھا ہے۔ کہ تم نے تو قرآن ہی نیا بنالیا ہے۔ اس کو ایک معمولی بات سے صدمہ پہنچا۔ کہ کیوں خواہ بچہ کی ماں روتی اور چلاتی ہی رہتی مجھے بچہ چھین کر نہیں دے دیا گیا۔ اس وجہ سے اس نے لکھ دیا۔ کہ تم نے قرآن ہی نیا بنالیا ہے۔ اس سے پہلے تو میں جو کچھ کہتا اور کرتا تھا۔ اسے وہ قرآن کریم کے مطابق سمجھتا تھا۔ لیکن اس بات کے فوراً ہی بعد جو کچھ میں کرتا یا کہتا ہوں۔ وہ قرآن کریم کے خلاف ہو گیا ہے۔ اور میں نے نیا قرآن بنالیا ہے۔ میری ہر بات اسے بری لگنے لگ گئی ہے۔ تو دنیاوی عداوتوں کا ایمان پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اور جب ایمان نہ ہو۔ تو انسان جنت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیکھو یہ چھوٹی سی بات تھی۔ مگر انجام کسقدر بڑا ہے۔

## سلام نہ کہنے کا نتیجہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلام کہنے کا نتیجہ آپس میں محبت ہوگی۔ اور محبت کا نتیجہ ایمان ہوگا۔ اور ایمان کا نتیجہ جنت میں داخل ہونا ہوگا۔ اس کا الٹ یہ ہؤا۔ کہ سلام نہ کہنے کا نتیجہ تفرقہ ہوگا۔ اور

تفرقہ کا نتیجہ ایمان کا سلب ہونا ہوگا۔ اور ایمان کے سلب ہونے کا نتیجہ جنت میں داخل نہ ہونا ہوگا۔ تو سلام کہنا معمولی بات تھی۔ لیکن اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ انسان جنت سے ہی محروم ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے اس بات کو معمولی کرکے نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ بیان کیا ہے۔ اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں اس تفصیل سے بیان کیا گیا ہو۔ صرف اسلام کو ہی یہ شرف حاصل ہے۔ اس بات پر اگر غیر مذاہب والے رشک کریں۔ تو کیا تعجب کی بات ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ ان مسلمانوں پر جو باوجود ایسی تعلیم کے پھر اس پر عمل نہیں کرتے۔

## خلاصہ بیان اور بعض ہدایات

اسلام نے نہایت تفصیل سے کہدیا ہے۔ کہ جب کسی کے ہاں جاؤ۔ تو جاکر آواز دو یا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ جب اندر سے اجازت مل جائے۔ تو داخل ہو۔ اجازت کے بغیر نہیں۔ اور یہ بھی نہیں۔ کہ اگر کوئی جواب نہ آئے۔ تو انکا موتی نیم رضا پر عمل کرکے اندر چلے جاؤ۔ یہ کسکی قول ہے۔ جو بہت دفعہ غلط ثابت ہوجاتا ہے۔ اسلام نے کنواری لڑکی سے نکاح کے متعلق پوچھنے پر خاموشی کو رضامندی قرار دیا ہے۔ لیکن ہر جگہ یہ بات درست نہیں ہوسکتی۔ پھر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ گھر والا پوچھتا ہے۔ کون ہے۔ اسکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ بعض خاص آدمی ہوتے ہیں۔ ان کے ملنے کے لئے اگر کوئی کام حرج بھی کرنا پڑے۔ تو کر دیا جاتا ہے۔ لیکن بعض کے ساتھ ملنا ضروری نہیں ہوتا۔ اس لئے دریافت کیا جاتا ہے۔ تاکہ جیسا آدمی ہو ویسا اُسے جواب دیا جائے۔ اسطرح پوچھنے پر آگے سے یہ جواب ملتا ہے۔ کہ میں ہوں۔ ایک دفعہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر دستک دی۔ آپنے فرمایا۔ مَن۔ دستک دینے والے نے کہا۔ انا یعنی مَیں ہوں۔ آپنے فرمایا۔ کیا میں مَیں نہیں ہوں۔ یہ کہنے سے میں تم کو کس طرح پہچان لوں۔ پس اگر پوچھا جائے۔ تو اپنا نام بتانا چاہیئے۔ تا پوچھنے والا پہچان لے۔ کہ کون ہے۔ پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو دستک دیکر دروازہ کے سوراخوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ اندر کیا ہورہا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر دستک دینے والے نے اس طرح کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ مجھے بعد میں پتہ لگا ہے۔ اگر میں اس وقت دیکھ لیتا۔ تو اس کی آنکھیں پھوڑ دیتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی مکان پر جاکر دستک دیتے۔ تو اس سے دوسری طرف منہ کرکے کھڑے ہوجاتے۔ اور جب اندر سے کوئی آتا۔ تو السلام علیکم کہکر اس کی طرف لوٹتے۔ اسطرح کرنا بھی نہایت ضروری ہوتا ہے۔ کئی مکان ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ایک ہی کمرہ میں تمام گھر کے آدمی رہتے ہیں۔ جب اس کا دروازہ کھلتا ہے۔ تو سامنے مستورات بیٹھی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی دروازہ کے سامنے منہ کرکے کھڑا ہوگا۔ تو اسکی نظر ضرور اندر پڑے گی۔ اور اسطرح بے پردگی ہوگی۔ اسی وجہ سے رسول کریم دائیں یا بائیں طرف مڑکر کھڑے ہوجاتے تھے۔

یہ وہ آداب ہیں۔ جو شریعت اسلام سکھاتی ہے گو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ لیکن اگر ان پر عمل کیا جائے تو نہایت سکھ اور آرام کی زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اسلام کا ہر ایک حکم بہت مفید اور فائدہ رساں ہوتا ہے۔

اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ تو پھر بھی ان احکام پر جو تمدن کے متعلق ہیں۔ کبھی کبھی بیان کرتا رہوں گا۔ تاکہ وہی باتیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے بتائی ہیں۔ ان پر ہماری جماعت عمل کرے اور دوسروں سے عمل کرائے۔ اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق دے۔

## سرپرستان الفضل کی نوازش

ہم نے ۲۴۔ اکتوبر کے پرچہ میں تحریک کی تھی۔ کہ احباب اگر اپنے پاس سے قیمت دیکر کچھ پرچے مفت جاری کرائیں۔ تو اسطرح وہ اپنے ایسے بھائیوں کو جو پوری قیمت ادا کرکے اخبار نہیں خرید سکتے۔ بہت فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ نیز ان نازک ایام میں الفضل کی امداد بھی ہوسکتی ہے۔ ہماری اس تحریک پر جو آواز ہمارے پاس سب سے پہلے پہنچی ہے وہ جناب شیخ عبداللہ الہ دین صاحب کی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

"آپ کا اخبار الفضل درحقیقت مومنین کے لئے خزانہ معارف ہے۔ ہفتہ میں دو بار سست دل کو چست بناتا ہے۔ اور چست دل کو اور تیز کرتا ہے۔ خصوصاً جمعہ و عیدین کے خطبے تو حد ہی کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسقدر روحانی خزانہ سے بھرپور ہوتے ہیں۔ کہ زبان اس کی کیا تعریف کر سکے۔ مگر اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ یہ کلمات خاص اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مقرر کئے ہوئے خلیفہ کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں جو اس موجودہ خلقت کے لئے مصلح موعود اور رہنما ہے۔ بے شک بڑے خوش نصیب ہیں وہ جن کو اللہ تعالےٰ کے اس فضل سے حصہ پانے کی توفیق ملی۔ اور بڑے بدبخت ہیں وہ جو اس فضل سے منہ پھیرتے ہیں۔ آنکھیں رکھتے ہوئے دیکھتے نہیں۔ اور دل رکھتے ہوئے سمجھتے نہیں۔ آپکے اخبار کے متعلق میرا یہ ایمان ہے۔ کہ اگر دنیا میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک اگر کوئی اخبار حق مذہب کی راہ نمائی کرتا ہے۔ تو وہ الفضل ہی ہے۔ مگر بڑا افسوس تو یہ ہے۔ کہ کروڑہا لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگ مجبوراً اردو کا علم نہ ہونے سے ایسے خزانے سے بے نصیب رہتے ہیں۔ ہماری جماعت میں بھی ایسے بہت ہیں۔ جو اردو نہیں جانتے۔ بلکہ انگریزی اور دوسری زبان جانتے ہیں۔ قادیان میں اگر ہفتہ وار انگریزی اخبار تجویز ہو۔ تو انگریزی دان مخلوق کو اس زمانہ کے مصلح موعود کے کلمات سے فیض حاصل ہوسکتا ہے۔ انشاءاللہ اس کا بھی وقت آجائیگا۔

آپ کی خدمت میں پچیس روپیہ کا منی آرڈر روانہ کرتا ہوں۔ اس رقم میں سے تین اخبار آپ جسکو مناسب سمجھیں روانہ کریں۔ اور باقی کاغذ کی گرانی کے حساب میں سمجھیں"

ہم جناب شیخ صاحب موصوف کے فیض کو عام کرنے کے

لیئے چاہتے ہیں۔ کہ تین اصحاب کے نام اخبار جاری کرنے کی بجائے مجھ کے نام جاری کیا جائے۔ اور وہ اصطرح کہ جو صاحب پوری قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن ان کے ہاں اخبار کا کوئی پرچہ بھی نہیں جاتا۔ وہ تین روپیہ بھیجکر یا بذریعہ وی پی وصول کرنے کی اجازت دیکر ایکسال یا ڈیڑھ روپیہ بھیجکر چھ ماہ کے لیئے پرچہ جاری کرالیں۔

(۲) دوسری آواز اخویم ڈاکٹر فتح الدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن پہاڑی کی طرف سے ہے آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

" آپ میری بیوی کی طرف سے کسی غریب احمدی کے نام تین مہینہ کے لئے اخبار الفضل جاری کردیں "

جزاک اللہ احسن الجزاء۔ امید ہے۔ کہ دوسرے احباب بھی اسطرف جلدی متوجہ ہوں گے۔

جو اصحاب اپنے نام پرچہ جاری کرانا چاہیں۔ وہ اس بات کا خیال رکھیں۔ کہ اگر ان کے ہاں اخبار الفضل کا کوئی پرچہ جاتا ہو۔ تو وہ درخواست نہ بھیجیں۔ اور وہ صاحب بھی جو اخبار خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

## فہرست نومبائعین

| | |
|---|---|
| میاں عبدالعزیز صاحب۔ نندہ غلام نبی | ہمشیرہ صاحبہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ |
| " عبداللہ صاحب۔ " | صاحب۔ گورداسپور |
| " عبدالسلام صاحب۔ جہلم | سید جواہر علی صاحب۔ کنگ |
| غلام محمد صاحب۔ گورداسپور | اللہ بخش صاحب۔ جھنگ |
| خدا داد صاحب۔ " | اللہ دتا صاحب۔ " |
| عبدالعزیز صاحب۔ سیالکوٹ | مولوی محمد عبدالرب صاحب مونگیر |
| فتح محمد خانصاحب۔ لدھیانہ | اہلیہ صاحبہ منشی محمد عظیم صاحب کرنال |
| مولوی محمود خانصاحب۔ " | اہلیہ صاحبہ حکیم شادین صاحب جالندھر |
| عنایت اللہ صاحب۔ " | اللہ دتا صاحب۔ " |
| | سید مرتضیٰ صاحب۔ گنجام |

### بیعت خلافت

عبدالوکیل پسر عبدالحمید خانصاحب پنشنر سب انسپکٹر انجولی (میرٹھ)

# جنگ کی خبریں

**رزمگاہ فرانس** لنڈن۔ ۳۰۔ اکتوبر۔ پیرس۔ ایک فرانسیسی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ ہم نے شمال مغرب سیلی سیلیس میں مورچہ بندیوں پر قبضہ کر لیا سیلیس کے خشکی کی جانب پیشقدمی کی۔ اور نیز ۳۰ قیدی گرفتار کئے جرمنوں نے جنوب لا میزونٹ کی جانب بیاجرنر حملہ کیا۔ لیکن متعدد مرتبہ انہیں شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کردیا گیا۔ بالآخر وہ ایک نہایت ہی شدید حملے سے شمال لا میزونٹی کی جانب ہمارے پہلے خط تصادم کے حصہ پیشین میں گھس گئے۔ اور ایک خادم مکان میں دخل حاصل کرلیا۔ ہمیں پہاڑی ۳۰۴ سے پیچھے ہٹانے کے لئے تمام جرمن کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔

**مقدونوی پیشقدمی** لنڈن ۳۰۔ اکتوبر۔ فرانسیسی سلطنت مظہر ہے۔ کہ سروی سپاہ نے فرانسیسی توپخانہ کی مدد سے ایک شاریہ معرکہ آرائی میں شمال دول دولی کی جانب بعض فوائد حاصل کئے۔ لڑائی طرفین کی طرف سے سخت شدید ہو رہی ہے۔ ہمارے میسرہ اور علاقہ سرنا میں توپخانہ کی شدید ضرب ہوئی۔ ایک جرمن جہاز کو ہماری صفوف میں نیچے گرادیا گیا۔

**سپاہ واسلحہ کی گرفتاری** لنڈن ۳۰۔ اکتوبر ایک رومانوی سرکاری سلطنت مظہر ہے۔ کہ وادی جیول میں ہم تعاقب کر رہے ہیں۔ اور ہم نے ۱۴ کلدار توپیں اور ۱۳۰۰ قیدی گرفتار کئے ہیں۔ ہم نے ہونبیل اندرون سرحد رومانیہ میں درہ بریڈیل کے قریب شمال رزمگاہ کی غنیم کے دو حملوں کو پسپا کیا۔ اور علاقہ درد گوئسلل میں ہمارے میسرہ نے خفیف سی پیشقدمی کی۔ دیگر حصص محاذ پر کوئی اہم واقعہ رونما نہیں ہوا۔

**انقلاب حبش** لنڈن ۳۰۔ اکتوبر۔ برطانوی وزیر معظم حبش کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ ادیس ابابا سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر ایک زبردست معرکہ ہوا جسمیں گورنمنٹ کو کامل فتح حاصل ہوئی۔ روس میکائیل جو لیج جیو سابق شہنشاہ کا والد ہے قید کرلیا گیا ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ لیج جیو سرحد شمالی حبش کے قبائل میں ہیں۔

## احمدیہ کواپریٹو سٹور قادیان

کمیٹی مجلس منتظمہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں فیصلہ کیا ہے۔ کہ احباب کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر جتھے کے کام کو اپنی زیر نگرانی فوراً شروع کردیا جائے۔ لہٰذا بذریعہ اعلان ہذا اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ جو اصحاب اپنا روپیہ بغرض تجارت لگانا چاہیں۔ وہ بلا تاخیر ترسیل زر بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ کردیں۔ اور علیحدہ خط کے ذریعہ روپیہ بھیجنے کی اطلاع چوہدری غلام محمد صاحب بی۔ اے سکرٹری مجلس منتظمہ احمدیہ کواپریٹو سٹور قادیان کو دیدیں۔ واضح رہے۔ کہ قواعد سٹور مطبوعہ الفضل کی شرط متعلق واپسی روپیہ کا (دس سال سے قبل روپیہ واپس نہ ہوگا) جتھے کے کام پر اطلاق نہ ہوگا۔ جنس فروخت ہو جانے پر منافع روپیہ والوں میں تقسیم کردیا جائیگا۔

نگرانی حساب و کتاب کا کام انجمن کے کارکن بلا معاوضہ کریں گے۔ وقت تھوڑا ہے۔ روپیہ بہت جلد آنا چاہیئے۔

المعلن:۔ عبدالرحیم نیر سکرٹری انجمن احمدیہ قادیان۔

## ضرورت

مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے لیے دو بی۔ اے بی۔ ٹی جو انگریزی اور جنرل تاریخ یا ریاضی اور سائنس اچھی طرح جانتے ہوں۔ اور ایک گریجوایٹ جس کی انگریزی قابلیت بہت اچھی ہو۔ علاوہ ازیں ایک ایس۔ ایس۔ اے وی ٹرینڈ سرٹیفکیٹڈ جو انگریزی اور ریاضی بخوبی جانتا ہو۔ تمام خواستگار ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان بمع نقول سندات آنی چاہئیں۔ تنخواہ حسب لیاقت جو کسی صورت میں گورنمنٹ یا ڈی بی سکولوں سے کم نہ ہوگی۔

**فروخت زمین:۔** حضرت مسیح موعود کے مسکن مبارک کے قریب متصل مہمانخانہ تین ٹکڑہ زمین برائے فروخت موجود ہیں۔ ان احباب کے لئے جو مسکن مبارک کے قریب جگہ حاصل کرنے کے لئے دلمیں دیرینہ تڑپ رکھتے ہیں بہت عمدہ اور بے نظیر موقعہ ہے۔ ٹکڑہ نمبر ۱۔ یک کنال قیمت سہ للعہ ٹکڑہ نمبر ۲ دس مرلہ قیمت [illegible] ٹکڑہ نمبر ۳۔ گیارہ مرلہ اسا للعہ۔ تمام درخواستیں بنام خاکسار آویں۔ اور روپیہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں آوے۔ (نوٹ) جن احباب کی درخواست معہ روپیہ سب سے پہلے آئیگی۔ وہی پہلے مقرر کردہ ٹکڑے کے حقدار ہونگے۔ المشتہر خاکسار بشیر احمد بیدر [illegible] قادیان۔